ڈاکٹر سعدیہ طاہر

استاد شعبہ اردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

نو آبادیاتی ادب میں فطرت و ماحول کی ترجمانی

انجمن پنجاب اور فطرت نگاری کی تحریک

Dr. Sadia Tahir

Assistant Professor, Department of Urdu, International Islamic University Islamabad.

THE MOVEMENT OF NATURAL POETRY IN URDU LITERATURE AT THE START OF COLONIAL ERA

After the final conquest of India by the British, it was felt by the rulers that they should control the thought process of the Native population. Poetry was the main source of inspiration for the people. Ghazal was the most prominent medium of poetic expression. It was felt that the symbolic expression of the political content was almost impossible to curb. In order to popularize poem instead of Ghazals, The British patronized Natural Poetry. Altaf Hussain Hali, Muhammad Hussain Azad and other prominent and popular poets were asked to compose poems on different aspects of Nature. Consequently Musharas were arranged in which only poems on Natural Phenomena such as "A Rainy Day" were arranged. The main object of this shift of themes was to persuade the Poets to ignore the medium of Ghazl.

Key words: *Conquest, Native, Inspiration, Prominent, Natural Poetry, Nature, Phenomena.*

انیسویں صدی کے ربع آخر میں ولیم لائٹنر اور کرنل ہالرائیڈ کی سرپرستی میں اردو شاعری کا رخ مناظر فطرت اور موسم کی نیرنگیوں کی جانب موڑنے کی مساعی عمل میں آئی تھی۔ پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر ولیم لائٹنر اور محکمہ تعلیم کے سرکردہ رہنما کرنل ہالرائیڈ کی رہنمائی میں بطور خاص مناظر فطرت کو اردو شاعری کا موضوع بنانے کی منظم کوششیں عمل میں آئی تھیں۔ برطانوی سامراج کے ہر دو نمائندے اردو غزل کی سیاسی رمزیت اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران

تخلیق پانے والی شاعری میں حریت پسندی کے جذبات کی عکاسی کو برطانوی اقتدار کے لیے ایک سنگین خطرہ سمجھتے تھے۔ غزل کے ساتھ ساتھ حکیم مومن خان مومن کے سے سر کردہ شاعروں کا تحریک آزادی کے حق میں کھلم کھلا "مثنوی جہاد" کی سی نظمیں لکھنا اور شاعروں کا غزل تک میں برملا کہہ اٹھنا کہ :

ہندوستان کی دولت و حشمت جو کچھ کہ تھی
کافر فرنگیوں نے بہ تدبیر چھین لی

خطرے سے خالی نہیں تھا۔ ایسے میں نیچرل شاعری کے نام پر مختلف موضوعات دے کر نظمیں اور مثنویاں لکھوانا اور ان میں سے منتخب منظومات کو نصاب تعلیم میں شامل کرنا اپنے اندر پوشیدہ ایک سیاسی حکمت عملی کی شہادت فراہم کرتا ہے۔ جب اس سلسلے کا پہلا مشاعرہ انجمن پنجاب کے زیر اہتمام منعقد ہوا تو قدرتی طور پر اس کی تائید کے ساتھ ساتھ مخالفت بھی شروع ہوگئی۔ ڈاکٹر اسلم فرخی نے "محمد حسین آزاد" کے عنوان سے اپنی دو جلدوں پر مشتمل ضخیم کتاب میں اس ضمن میں لکھا ہے۔

"تائید و مخالفت کی یہ بحث زور وشور سے جاری تھی کہ مشاعروں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ پہلا مشاعرہ تیس مئی کو منعقد ہوا۔ ہالرائیڈ کی تجویز کے مطابق اس کا موضوع برسات تھا۔ یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری ہے۔ گارسن دتاسی اور ڈاکٹر محمد صادق دونوں نے اس مشاعرے کو دوسرا مشاعرہ لکھا ہے۔ دراصل ڈاکٹر محمد صادق نے دتاسی ہی کا بیان نقل کیا ہے اس لیے غلطی جوں کی توں برقرار رہی، اپریل میں منعقد ہونے والے جلسے کو مشاعرہ کس طرح مانا جائے۔ یہ سلسلہ تو مشاعروں کی ابتدائی کارروائی تھا۔ آزاد کے ایک نظم پڑھ دینے سے اس جلسے کو مشاعرہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔"(۱)

اس سلسلے کے پہلے مشاعرے کے آغاز میں ۱۹ اپریل ۱۸۷۴ء کو شام کے چھ بجے انجمن پنجاب کے جلسے میں جو پہلا خطبہ پیش کیا تھا۔ محمد حسین آزاد کی کتاب "نظم آزاد" میں بطور دیباچہ شامل ہے(۲)اس پہلے اجلاس میں کرنل ہالرائیڈ مسٹر تھارنٹن سیکرٹری حکومت پنجاب کرنل میکلیگن، مسٹر ینگ کمشنر اور مسٹر نسبٹ ڈپٹی کمشنر لاہور بھی شامل تھے۔ انہی حضرات کی شمولیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اردو شاعری کا رخ نیچرل شاعری کی جانب منعطف کرنے کے پس پردہ ادبی کم اور سیاسی عوامل زیادہ کارفرما تھے۔

اس پہلے جلسے میں محمد حسین آزاد کے خطبہ اور مثنوی کے بعد کرنل ہالرائیڈ نے اپنی انگریزی تقریر میں اور باتوں کے علاوہ محمد حسین آزاد کی پذیرائی درج ذیل الفاظ میں کی: (۳)

"اس وقت مولوی محمد حسین صاحب نے جو مضمون پڑھا اور رات کی حالت پر شعر سنائے وہ بہت تعریف کے قابل ہیں اور ہم سب کو مولوی محمد حسین کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ یہ نظم ایک عمدہ نمونہ اس طرز کا ہے جس کا رواج مطلوب ہے"۔

اس سلسلے میں ایک غلط بیانی یہ بھی مشہور ہے کہ اردو میں نیچرل شاعری کی یہ تحریک انجمن پنجاب نے چلائی تھی۔ ایسا نہیں ہے۔ مشاعرے بعض اوقات انجمن پنجاب میں منعقد ہوتے رہے لیکن ان مشاعروں کا سارا انتظام ڈاکٹر لائٹنز اور کرنل ہالرائیڈ کیا کرتے تھے۔ اسی طرح : (۴)

"عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان جدید مشاعروں کے بانی آزاد تھے۔ اور انہوں نے بطور خود اس کی بنیاد ڈالی۔ لیکن واقعات سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ان مشاعروں کا آغاز حکومت کے ایماء سے ہوا تھا۔ البتہ یہ درست ہے کہ آزاد ان مشاعروں کے سیکرٹری تھے"۔

اس سلسلے میں کل نو مشاعرے منعقد ہو گے تھے۔ آخری مشاعرہ ۱۳ مارچ ۱۸۷۵ء کو منعقد ہوا تھا۔ ڈاکٹر اسلم فرخی نے اپنی کتاب میں ان مشاعروں کے سلسلے میں اس امر کی وضاحت بھی ضروری سمجھی ہے کہ ان مشاعروں کے انعقاد کے سلسلے میں بطور شاعر آزادؔ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی: (۵)

"اردو ادب کی تمام تاریخوں میں نظم اردو کے مشاعروں کے سلسلے میں حالیؔ کو شریکِ غالب لکھا گیا ہے اور آزاد کو ان کے بعد جگہ دی گئی"

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا الطاف حسین حالیؔ بطور شاعر اپنا ایک الگ اور بلند و برتر مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے ان مشاعروں میں شرکت کر کے چند خوبصورت نظمیں بھی پیش کی تھیں ان میں سے ماہ اگست ۱۸۷۴ء کے مشاعرہ میں پیش کی جانے والی مثنوی موسوم بہ "حبِ وطن" نمایاں ہے۔ (۶)

اے سپہر بریں کے سیّارو
اے فضائے زمیں کے گلزارو
تم میری دل لگی کے سامان تھے
تم میرے دردِ دل کے درمان تھے
تم سے کٹتا تھا رنجِ تنہائی
تم سے پاتا تھا دل شکیبائی
کوہ و صحرا و اس آسماں و زمیں
سب مری دل لگی کی شکلیں تھیں
پر چھٹا جب سے اپنا ملک و دیار
جی ہُوا تم سے خود بخود بیزار

مولانا حالیؔ زیادہ دیر لاہور میں قیام نہ کر سکے اور بہت جلد وہ لاہور سے واپس علی گڑھ اور پانی پت کی جانب روانہ ہو گئے تھے۔ یہاں انہوں نے اپنے اصلاحی جوش و جذبہ کو کام میں لاتے ہوئے "مسدس حالیؔ" کی سی قومی نظمیں لکھیں اور

شاعری کو قوم کی اصلاح کی راہ پر ڈال کر عملاً نیچرل شاعری کی اس اَن نیچرل تحریک سے وابستہ رہنے کی بجائے اصلاحی شاعری کا پرچم بلند کر دیا۔ عارف ثاقب نے ''انجمنِ پنجاب کے مشاعرے'' کی تحقیق و تدوین کے سلسلے میں حکومت پنجاب کے آرکائیوز کے ساتھ ساتھ برطانوی آرکائیوز کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ:۔(۷)

''انجمن پنجاب کے مقاصد برطانوی حکومت کی سرکاری پالیسیوں کے عین مطابق تھے۔ حکومت پنجاب کی سرکاری کاروائیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انجمن کے آغاز سے ہی اسے سرکاری سرپرستی حاصل ہوگئی تھی اور پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر سر ڈانلڈ میکلوڈ، انجمن کے اغراض و مقاصد اور اس کی کاروائیوں میں ذاتی طور پر دلچسپی رکھتے تھے۔ خاص طور پر مشرقی علوم کی ترویج و اشاعت اور دیسی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے کی تحریک میں وہ محرک ثابت ہوئے''۔

عارف ثاقب نے بتلاش بسیار صرف دو مشاعروں کا اصل متن تلاش کیا۔ یہ مشاعرے زمستان اور حبِ وطن کے موضوعات پر منعقد ہوئے تھے۔ ان کا متن انتہائی خستہ حالت میں دستیاب ہوا۔ مثنوی ''زمستان'' کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔(۸)

؎ شب سرماہی میں ہے گانے بجانے کا مزا
پان کھانے کا، گلوری کے چبانے کا مزا
گھونٹ حُقے کے یہ ہر دم نہیں ہم بھرتے ہیں
اے زمستاں یہ ترے عشق کے دم بھرتے ہیں
صوفی و رند کے جلسے کا تو ہی ساقی ہے
مایہ عیش و طرب دَم سے ترے باقی ہے
ہر طرف ہے جو پیالی پہ پیالی اڑتی
مے نہیں ہے پہ ہے تصویرِ خیالی اڑتی
بے نشے مست پڑے شکرِ خدا کرتے ہیں
چائے پی پی کے ترے سر کو دعا کرتے ہیں

انجمن کے مشاعروں کی دستیاب کاروائی پر نظر ڈالیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ محمد حسین آزادؔ اور مولانا الطاف حسین حالیؔ کی سی ادبی شخصیات کے حامل شعراء ان مشاعروں میں شریک نہیں تھے۔ آزادؔ ہی کی ایک اور مثنوی ''حبِ وطن'' کے چند اشعار پیش کیے جا رہے ہیں جن میں انہوں نے حب وطن کی اہمیت کو نمایاں کرنے کے لیے مظاہر فطرت سے اپنی شیفتگی کا اظہار کیا ہے۔(۹)

اب میں تمہیں بتاؤں کہ حُبِّ وطن ہے کیا
وہ کیا چمن ہے، اور وہ ہوائے چمن ہے کیا

وہ رحمتِ خدا کہ جو بندوں پہ عام ہے
وہ لطفِ عام جس سے جہاں شاد کام ہے
وہ نورِ مہر جس سے زمانے میں نور ہے
وہ نور، ذرّے ذرّے پہ جس کا ظہور ہے
حُبِّ وطن ہے جلوہ اُسی نورِ پاک کا
اور روشن اُس کے نور سے عالم ہے خاک کا

انجمن پنجاب کے زیر اہتمام ۹ اپریل ۱۸۷۴ کو ایک اجلاس منعقد ہوا۔ مولانا محمد حسین آزاد نے اپنی افتتاحی تقریر میں ان مشاعروں کی مقصدیت اور افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ:(۱۰) "ہماری نظم خالی ہاتھ الگ کھڑی مُنہ دیکھ رہی ہے لیکن اب وہ بھی منتظر ہے کہ کوئی صاحب ہمت ہو جو میرا ہاتھ پکڑ کے آگے بڑھائے" اس تقریر کے بعد مولانا نے اپنی مثنوی "شبِ قدر" پیش کی۔ اختتامی تقاریر کے بعد یہ طے پایا کہ انجمنِ پنجاب میں ہر ماہ ایک مشاعرہ منعقد ہوا کرے جس کے لیے موضوع پہلے سے تجویز کر دیا جائے۔ اردو نظم میں فطرت پرستی کی اس شاعری کے فروغ کی خاطر منعقد کیے گئے مشاعروں کا مقصد بقول ڈاکٹر تبسم کاشمیری(۱۱) "اردو شاعری کو ایک شریف، اخلاق آمیز، روحانی اور فطرت پسند شاعری کا تصور دینا تھا اور یہ تصور اس دور کی برطانوی سیاست کے سیاسی اور تہذیبی تقاضوں کے عین مطابق تھا۔

برصغیر میں مشاعرے بالعموم مصرعہ طرح پر منعقد کیے جاتے تھے اور ان مشاعروں میں غزل گوئی کا چرچا عام تھا۔ محکمہ تعلیم پنجاب کے افسروں نے سرکاری سطح پر مشاعرے کے لیے ایک موضوع مخصوص کر کے نظموں پر مشتمل یہ مشاعرے شروع کیے تھے۔ یہ موضوعات مظاہر فطرت سے لیے جاتے تھے اور بہار و خزاں، برسات کے سے موضوعات مقرر کر دیئے جاتے تھے جن پر شعراء نظمیں پیش کیا کرتے تھے۔ ان مشاعروں کا یہ سلسلہ جلد ہی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ مولانا حالیؔ اور مولانا آزادؔ کے سے دو چار شعراء کے علاوہ باقی تمام شاعر نہ ان مشاعروں سے پہلے کوئی ادبی مقام رکھتے تھے اور نہ بعد میں۔ آغازِ کار ہی سے مختلف اخبارات اور انجمنوں نے اِن کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ چنانچہ ۲۵، ۲۴ مشاعروں کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ ڈاکٹر محمد صادق نے ان مشاعروں میں پیش کی جانے والی نظموں کے بارے میں درست فرمایا ہے:(۱۲)

"بزمِ مشاعرہ کسی قومی یا ملی رُجحان کی مظہر نہ تھی اور اس لیے اس سے کوئی پائیدار نتائج ظہور پذیر نہ ہوئے۔ اور نہ ہی اسے ادب میں کوئی مستقل مقام حاصل ہے۔ آج کل ان نظموں کی حیثیت ان اذکارِ رفتہ نوادر کی سی ہے جنہیں ہم عجائب گھروں میں بہ نظر استعجاب دیکھتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ آخر ان کی تخلیق کی کیا ضرورت تھی۔ ان نظموں میں سے اگر کچھ زندہ ہیں تو انہیں مصنوعی طور پر زندہ رکھا گیا یا زندہ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔"

انجمن پنجاب میں منعقدہ نیچرل شاعری کے ان مشاعروں کی ناکامی کے پیشِ نظر ان کے مہتمم انگریز افسران کی سرکاری پالیسی پنجاب سے لے کر شمالی ہندوستان کے ادبی مراکز تک شدید تنقید کا نشانہ بنتی رہی۔ اس تنقید میں برصغیر میں

صنفِ غزل کی مقبولیت اور اس کی سیاسی رمزیت کو بڑا دخل ہے۔ اس کے علاوہ ان مشاعروں میں جو نظمیں پیش کی گئیں۔ اردو شاعری میں نظیر اکبر آبادی کی مقبول عام منظومات کے مقابلے میں اُن کی حیثیت پرِ کاہ کی سی بھی نہیں ہے۔ جہاں تک مظاہرِ فطرت کی عکاسی اور ترجمانی کا تعلق ہے اردو مثنوی اور اردو قصیدہ فطرت کی ترجمانی اور مصوری میں بھرپُور کردار ادا کرتے آئے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں شاعر مظاہرِ فطرت کی ترجمانی اور عکاسی کو بطور تمہید بیان کرتا ہے اور یہ تمہید بیانیہ کے اگلے حصوں کو فکر و عمل کی کار گاہوں میں لے جاتی ہے۔ یہاں مظاہرِ فطرت برائے مظاہرِ فطرت بیان نہیں ہوتے بلکہ فطرت اور اس کے مختلف مظاہر شاعر کے افکار عالیہ کو مؤثر اور دلپذیر بنانے کا وسیلہ بن جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں اقبال کی نظم "ہمالہ" سے لے کر ان کے آخری دور کی منظومات مثلاً "ساقی نامہ" تک فطرت نگاری کے لافانی شاہکار بطور مثال پیش کیے جاسکتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ اسلم فرخی ڈاکٹر، محمد حسین آزاد، (جلد اول) انجمن ترقی اردو کراچی پاکستان، ۲۰۰۶ ص ۲۳۹

۲۔ ایضاً ص ۲۲۲

۳۔ آزاد معاصرین کی نظر میں، از ڈاکٹر محمد صادق مطبوعہ سویرا لاہور بحوالہ اسلم فرخی ڈاکٹر، محمد حسین آزاد (جلد اول) ص ۲۲۴،۲۲۵

۴۔ محمد حسین آزاد، مضمون از ڈاکٹر محمد صادق مشمولہ تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند، جلد نہم مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۷۲ ص ۳۱۲،۳۱۳

۵۔ اسلم فرخی ڈاکٹر، محمد حسین آزاد (جلد اول) ص ۲۷۳

۶۔ عارف ثاقب، انجمنِ پنجاب کے مشاعرے، الوقار پبلیکیشنز، لاہور ۱۹۹۵ ص ۳۹۴

۷۔ انجمن پنجاب، اورینٹل یونیورسٹی کی تحریک اور سرسید احمد خان، مضمون از ڈاکٹر تبسم کاشمیری مشمولہ مجلہ تحقیق، شمارہ خاص نمبر ۳،۴ ص ۵۶ بحوالہ عارف ثاقب، انجمن پنجاب کے مشاعرے ص ۲۸،۲۹

۸۔ عارف ثاقب، انجمنِ پنجاب کے مشاعرے، ص ۱۱۵،۱۱۴

۹۔ ایضاً ص ۲۸۳

۱۰۔ ضمیمہ اخبار کوہِ نور، مطبوعہ ۱۶ مئی ۱۸۷۴ ص ۲،۳

۱۱۔ دیباچہ نظمِ آزاد از مولانا محمد حسین آزاد مرتبہ ڈاکٹر تبسم کاشمیری، مطبوعہ مکتبہ عالیہ لاہور، ۱۹۷۸ ص ۱۸

۱۲۔ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاک و ہند جلد نہم، مرتبہ سید فیاض محمود، ڈاکٹر عبادت بریلوی مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۷۲ ص ۳۲۷